HABIBIA ISLAMICUS

(The International Journal of Arabic &Islamic Research) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)

Home Page: http://habibiaislamicus.com

Approved by HEC in Y Category

Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY

Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.

Website: www.habibia.edu.pk,

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

TOPIC:

ISLAMIC PRINCIPLES OF CHILD COUNSELING AND CONTEMPORARY REQUIREMENTS

تربیتِ اولاد کے اسلامی اصول اور عصری تقاضے

AUTHORS:

1. *Asim Raza ، PhD Scholar, Department of Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala. Email ID: hassanlawassociates110@gmail.com, Orcid ID: https://orcid.org/0000-0001-9801-6921*
2. *Dr. Hafiz Muhammad Waseem Abbas ،Assistant Professor, Department of Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala. Email ID: waseem.abbas@gift.edu.pk Orcid ID: https://orcid.Org/0000-0003-2229-8023*

How to Cite: *Raza, Asim, and Hafiz Muhammad Waseem Abbas. 2022. "ISLAMIC PRINCIPLES OF CHILD COUNSELING AND CONTEMPORARY REQUIREMENTS: تربیتِ اولاد کے اسلامی اصول اور عصری تقاضے". Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research) 6 (3):11-26.*
https://doi.org/10.47720/hi.2022.0603u02.

URL: *https://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/274*

Vol. 6, No.3 || July –September 2022 || P. 11-26

Published online: 2022-09-20

QR. Code

ISLAMIC PRINCIPLES OF CHILD COUNSELING AND CONTEMPORARY REQUIREMENTS

تربیتِ اولاد کے اسلامی اصول اور عصری تقاضے

Asim Raza, Hafiz Muhammad Waseem Abbas

ABSTRACT:

Nowadays, it is a common observation and knowledge that a lot of work is being done regarding children in the modern world and many works and laws are being made for the welfare of children. Their aim is simply to provide comfort to the child, proper provision of education and training, and access to health and other basic facilities. The Religion of Islam has ordered parents to fulfill the responsibility of educating their children in the best possible way. Islamic teachings have instructed to protect children from a negative environment. The Religion of Islam has described the sexual education of the child in a very modest way. The teaching of chivalry in children, inclination towards good management, and promotion of sports are among the distinguishing features of Islam.

KEYWORDS: *Children's education and training, Child Counselling, Islamic Principles, Contemporary needs.*

موضوع کا تعارف: دور حاضر میں یہ بات عام مشاہدہ اور علم میں ہے کہ جدید دنیا میں بچوں کے حوالے سے بہت کام ہو رہا ہے اور بچوں کی فلاح و بہبود پر بہت سے کام اور قوانین بنائے جارہے ہیں۔ ان کا مقصد محض یہی ہے کہ بچے کو سہولت ملے، تعلیم اور تربیت کا مناسب انتظام ہو اور صحت اور دیگر بنیادی سہولیات اسے میسر آجائیں۔ ترقی یافتہ دور میں تو آج ان باتوں کا اہتمام کیا جارہا ہے، اور ان باتوں کو بھی تاریخ گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان نے سیکھا ہے۔ لیکن بچوں کی فلاح و بہبود کے ان امور میں مذہب اور خدائی احکام کو شامل نہیں کیا گیا۔ تاہم ذیل کی تحقیق میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق تربیتِ اولاد کے اسلامی اصولوں کو ذکر کیا جائے گا۔

تربیت کا مفہوم: انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر منظم طریقے سے استعداد و صلاحیت کے مطابق کسی کو کمال کی طرف لے جانے کا نام تربیت ہے۔ تربیت اپنی اصل کے اعتبار سے مادہ رب سے ہے۔ چنانچہ علامہ راغب اصفہانی اس حوالے سے یوں رقمطراز ہیں: الرب فی الاصل التربیۃ و ھو انشاء الشی حالا فحالا الی حد التمام۔[1] (الرب کے اصل معنی تربیت کرنا یعنی کسی چیز کو تدریجاً نشوونما دے کر حد کمال تک پہنچانا کے ہیں۔)

ابن منظور(630-711ھ) نے لسان العرب میں اس کا معنی یوں بیان کیا ہے: ربیتہ تربیۃ و تربیتہ ای غذوتہ، قال: ھذا لکل ما ینمی کالولد و الزرع و نحوہ[2] (بچے کو کھانا دینا اور اس کی پرورش کرنا، اس کو کھلانا پلانا اور ہر اس چیز پر صادق آتا ہے جو نشوونما کا لفظ صادق آتا ہے۔ جیسے بچہ، زراعت اور اس طرح کی دیگر اشیا۔)

اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو سادہ اور ظاہری ہے کہ جس میں تعلیم مہیا کرنا، صحت اور دیگر ظاہری ضروریات کا مہیا کرنا ہے۔ تاہم دوسرا حصہ اس سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور وہ معنوی و روحانی ہے۔ یہ دراصل ایک انسان کے اخلاق کو سنوارنے سے لے کر منظم تربیت سے کمال تک لے جانے کا نام ہے۔ یوں کسی بھی والدین کا بس ظاہری فریضہ ہی نہیں رہ جاتا بلکہ ایک روحانی و معنوی تربیتی

ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ جیسے ایک بیج کو درخت بننے میں کئی مراحل کو طے کرنا پڑتا ہے یونہی ایک بچے کو ایک مکمل اور مفید و کارآمد معاشرتی فرد بنانے کے لئے تربیت اور ماحول کے کئی زینے طے کرنے پڑتے ہیں۔ اور اس کو یہ زینے طے کروانے کے لئے اس کے ماں اور باپ کا ایک خاص اور منفرد کردار ہوتا ہے کہ جس میں اس کی تعلیم و تربیت اور مخصوص مثبت ماحول فراہم کرنا بھی ہوتا ہے۔ یوں بچے کے ماحول میں ایسی چیزیں شامل ہونی چاہیں کہ جس سے بچے کو نشو و نما ملے۔

تربیتِ اولاد کی ضرورت واہمیت: قرآن مجید نے ایک انسان کی پرورش اور صحیح تربیت کو عبادت قرار دیا ہے۔ میدان معنویت میں بھی اعلیٰ درجات کے حصول کے لئے بہر صورت ایک عمدہ تربیت یافتہ ہونا لازمی ہے۔ قرآن مجید تزکیہ نفس کی بات کرتا ہے تو کیا یہ محض یونہی حاصل ہو جائے گا نہیں؟ بلکہ اس کے لئے عمدہ تربیتی مقدمہ کا حصول امر قطعی ہے۔ کیونکہ اگر اس بات میں سستی کی جائے اور اولاد بری راہوں کی مسافر ہو جائے، بُرے افراد کی صحبت اختیار کر جائے تو والدین پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کی جوابدہی اللہ عزوجل کے حضور ہے۔ اسی مطلب کی جانب اللہ عزوجل کا سورہ تحریم میں ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ [3](اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انھیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔)

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے جو کہ اولاد کی ظاہری و معنوی تربیت کی بابت اہمیت رکھتی ہے:

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۔[4](مجھے اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں کی برائیوں کا خوف ہے، اور میری بیوی بانجھ ہے۔ تو مجھے اپنے فضل خاص سے ایک وارث عطا کر دے۔ جو میرا وارث بھی ہو اور آل یعقوب (علیہ السلام) کی میراث بھی پائے، اور اے پروردگار، اس کو ایک پسندیدہ انسان بنا۔)

انسان کو اللہ جل وعزنے فطرت توحید پر پیدا کیا ہے اور اس کی ظاہری دنیاوی زندگی میں بھی ضروری ہے کہ توحید اور اس سے منسلک ماحول ہی اس کو دیا جائے۔ ایک حدیث مبارکہ میں انسان کی فطری حالت کو بیان کیا گیا ہے: **كل مولود يولد فهو على الفطرة و إنما أبواه يهودانه أو ينصرانه**-[5](ہر بچہ فطری طریقہ پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اس کو یہودی اور عیسائی بنادیتے ہیں۔)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک روایت بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے: **إن خير ما ورث الآباء لأبنائهم الأدب لا المال فإن المال يذهب و الأدب يبقى**-[6](والدین کا اپنے بیٹوں کے لئے سب سے اچھا ورثہ مال نہیں بلکہ ادب ہے۔ کیونکہ مال تو ختم ہو جاتا ہے اور ادب باقی رہتا ہے)

شخصیت کو خوبصورت بنانے کے لئے اسلام نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ بچے کو چھوٹی عمر سے ہی عبادت خدا سے آشنا کیا جائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: **مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين وفرقوا بينهم في المضاجع۔**[7] (جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر ضرب لگاؤ اور ان کے بستر الگ کر دو۔)

مذکورہ بالا ان آیات واحادیث واقوال سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام بچوں کی تربیت کے حوالے سے محض ظاہری تعلیم، صحت یا تربیت کے معاملات پر ہی زور نہیں دیتا بلکہ معنوی و روحانی پر بھی اپنا ایک پروگرام دیتا ہے۔ گویا اسلام ایک ایسا دین ہے کہ جو بچہ کی پیدائش سے لے کر ہی اس کی جسمانی نشوونما کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہی اس کے اخلاقیات کو بہتر کرنے اور اس کی شخصیت کو محفوظ کرنے پر زور دیتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے حوالے سے کچھ ایسے اصول ہیں کہ جن کا اطلاق کسی بھی مسلمان کی زندگی میں نہایت اہم ہے۔ اور بدرجہ اولی انہی اصولوں کا اطلاق بچوں کی تربیت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اور ان کے بغیر ایک اچھے فرد کا وجود میں آنا ممکن ہی نہیں ہے۔

تربیتِ اولاد میں ماحول کا اعتبار: دین اسلام ایک ایسا دین ہے کہ جو محض ایک فرض و جائز عمل سرانجام دینے یا حرام سے بچنے کا حکم ہی نہیں دے دیتا بلکہ فرض یا حرام کاموں کی طرف جانے والے مقدمات کے حوالے سے بھی رہنمائی دیتا ہے۔ اور اس حوالے سے اسلام نے ماحول کو بہت اہمیت دی ہے۔ حتی کہ اگر ایک فرد نے کسی دیگر ماحول میں جانا ہو تو اس بارے میں تحقیق کا حکم دیتا ہے۔ نیز یہ کہ جس ماحول میں وہ رہائش پذیر ہے اگر درست نہ ہو تو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت ہمیں اس بارے میں توجہ دلاتی ہے: **اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُھَاجِرُوْا فِيْھَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا**[8] (جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا، کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔)

اس آیت کے مطابق اسلام اس بات کا واضح حکم دیتا ہے کہ انسان اگر کسی ماحول میں کچھ عوامل و اسباب کی بنا پر اپنی ذمہ داری نہ نبھا سکے تو اسے چاہیے کہ دوسرے ماحول اور مقام امن کی طرف ہجرت کر جانا چاہیے۔ بہر حال اس حکم کی علت و سبب واضح ہے کیونکہ انسان کسی خاص مقام کا پابند نہیں۔ وہ کسی معین مقام اور ماحول سے وابستہ اور اس میں مقید نہیں ہوتا۔ اپنے دین پر اللہ عزوجل کے احکام کے تحت عمل نہ کرنے والوں کے لئے یہ آیت ایک حجت ہے کہ ایسے ماحول سے دور ہو جانا چاہیے کہ جہاں شریعت پر عمل ممکن نہ ہو۔ کیونکہ جس ماحول میں رہتا ہے لامحالہ وہ اس کے بد یا اچھے اثرات سے متاثر ہوتا ہے۔ یہ اثرات اس کے دین، عقائد اور اخلاق پر اثر انداز ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت آیت ہمیں ماحول کے اثر اندازی کا اشارہ دیتی ہے: **وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰي قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓي اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۔**[9] (بنی اسرائیل کو ہم نے

سمندر سے گزار دیا، پھر وہ چلے اور راستے میں ایک ایسی قوم پر ان کا گزر ہوا جو اپنے چند بتوں کی گرویدہ بنی ہوئی تھی۔ کہنے لگے، "اے موسیٰ، ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود بنادے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں۔" موسیٰ نے کہا "تم لوگ بڑی نادانی کی باتیں کرتے ہو۔)

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ انسان جب اپنے اہل وعیال سمیت اس دار الجبر یا دار الکفر سے دور ہو گا تو اس کے بچے بھی اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کریں گے اور ان کے لئے ایک ایسا ماحول میسر آسکتا ہے کہ جہاں وہ دین پر عمل کے لئے عمدہ ماحول پا سکیں۔ ہماری عائلی زندگی میں بھی والدین کے لئے لازم ہے کہ وہ بچوں کو عمدہ اور پاکیزہ اسلامی ماحول فراہم کریں۔ اور ایسا منفی ماحول اور اس کے منحوس اثرات سے اپنے بچوں کو بچائیں کہ جو بالآخر بچوں کے دین اور اخلاق کی بربادی کا تدریجاً باعث بنیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **معلم الخير تستغفر له دواب الأرض و حيتان البحر و كل صغيرة و كبيرة في أرض الله و سمائه۔**[10] (وہ استاد جو لوگوں کو خیر اور نیکی کی طرف بلاتا ہے اس کی مغفرت کے لئے تمام مخلوقات زمین، دریا کی مچھلیاں، فضا میں موجود ہر ذی روح اور جمیع اہل زمین و آسمان دعا کرتے ہیں۔)

معاشرتی زندگی پر ماحول کے اثرات: قرآن مجید کے ذریعے اسلام نے انسانی زندگی پر معاشرے اور نزدیکی دوستوں کے پڑنے والے اثرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے بُرے اور مضر اثرات سے محفوظ رہیں۔ اور یہ کہ بُرے لوگوں کی صحبت سے دور رہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ: قَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَٰفِرِينَ دَيَّارًا ۔[11] (اور نوح (علیہ السلام) نے کہا میرے رب، ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔)

یہ آیات ماحول کے اثر پذیر ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ دوسروں کو گمراہ کرنے کا تعلق ماحول سے ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہے: يَٰوَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۔[12] (ہائے میری کم بختی، کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔)

اس آیت میں اللہ عزوجل غلط سوسائٹی اور برے دوستوں کے ماحول کے عجیب مگر مضر اثرات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ یوں کہ قیامت والے دن وہ لوگ جو بُرے لوگوں کے ساتھ صحبت یا ماحول یا ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے خراب و برباد ہو گئے تھے افسوس کے ہاتھ مل کر کہیں گے کہ اے کاش! ہم نے ان بُرے لوگوں کی صحبت یا ان کو دوست بنا کر معاملہ نہ کیا ہوتا کہ جن کی وجہ سے ہم اللہ عزوجل سے غافل ہوئے اور یاد اللہ سے دور ہوئے۔ بہر حال یہ آیات معاشرے اور دوستوں کے کردار کو موثر قرار دے رہی ہیں۔

ماحولی تاثیر کے حوالہ سے صاحب تفسیر امثل مکارم شیرازی کی گفتگو یہاں نقل کرنا نہایت اہم ہے: اس میں شک نہیں کہ انسان کی سیرت اور شخصیت کے تعمیری عوامل میں اس کے اپنے ارادے، منشا اور خواہش کے بعد اور بھی بہت سے مختلف امور شامل ہوتے ہیں جن میں سب سے زیادہ اہم اور موثر عامل اس کا دوست اور ہم نشین ہوتا ہے کیونکہ انسان چار و ناچار اس کا اثر قبول ضرور کرتا ہے۔ نیز اپنے اکثر و بیشتر افکار اور اخلاقی صفات اپنے دوستوں اور ہم نشینوں سے حاصل کرتا ہے اور یہ حقیقت علمی، تجرباتی اور مشاہداتی طور پر پایہ ثبوت تک بھی پہنچ چکی ہے۔

اس حوالے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک قول بھی اہم ہے: إياك و مصاحبة الفساق فإن الشر بالشر ملحق۔ [13] (فاسقوں اور بُرے لوگوں کے ساتھ اٹھنے، بیٹھنے سے پرہیز کرو کیونکہ ان کی خرابی یقیناً تم پر بھی اثر پذیر ہو جائے گی۔)

ایک بچہ جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس میں شعور ویسے نہیں ہوتا کہ جیسے ایک عام انسان میں ہوتا ہے۔ والدین سے ہی اخلاقیات اور عام چیزوں کا شعور اسے حاصل ہوتا ہے۔ جوں جوں شعور اسے حاصل ہوتا رہتا ہے وہ ارد گرد سے علم اور اخلاقیات سیکھتا ہے۔ اپنے ماحول سے ہی سیکھ کر وہ الفاظ بولتا ہے۔ یہاں اس کو سکھانا چاہیے کہ اس نے کیا بولنا کیا نہیں بولنا۔ والدین کو بچے کو اچھے الفاظ اور حق بات کی تلقین کرنی چاہیے اور گالم گلوچ سے بچانا چاہیے۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ جب والدین خود سچ بولتے ہوں یا گالم گلوچ والے ماحول سے دور ہوں اور اخلاق یافتہ ہوں۔ بچہ جب بد گوئی کرے یا گالی دے تو والدین کو اس کی اصلاح کرنی چاہیے اور اس کی اس حرکت پر ہر گز مسکرانا یا شاباش نہیں دینی چاہیے۔ حدیث میں ہے: إن من أكبر الكبائر أن يلعن الرجل والديه». قيل يا رسول الله كيف يلعن الرجل والديه قال يلعن أبا الرجل فيلعن أباه ويلعن أمه فيلعن أمه- [14] (سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ کوئی آدمی اپنے ہی والدین پر لعنت کیسے کر سکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جو دوسرے کے باپ کو گالی دے تو دوسرا بھی اس کے والدین کو گالی دے گا۔)

مذکورہ بالا قرآنی آیات اور احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کے لئے اس کا ماحول اس کی تربیت اور تہذیب میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ گھر میں والدین کا ذاتی کردار، تعلیم جہاں ان کی ازدواجی زندگی کے لئے ایک اکسیر کا کام کرتی ہیں وہیں ان کی طرف سے دیا جانے والا ماحول ان کے بچے کی ابتدائی درسگاہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ درسگاہ اور اس کی تعلیم کردہ زندگی ہی اس بچے کی ذاتی زندگی کو سنوارتی ہی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اسے معاشرے کا ایک کارآمد رکن بھی بناتی ہے۔

والدین تربیتِ اولاد میں بطور عملی نمونہ: اسلام ایک ایسا دین ہے کہ جو محض رسماً تعلیم و تربیت کی ہی بات نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ خود پہلے اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اب دوسری طرف جب ایک بچے کی بات کی جائے تو بچے عموماً نقالی کرتے ہیں۔ وہ اپنے سامنے کسی کو بھی کوئی بھی حرکت کرتے دیکھیں تو اس کی نقل اتارتے ہیں۔ اگر ان دو باتوں کو ملایا جائے تو اسلام کی یہ پر حکمت روز روشن کی طرح ہے کہ اسوہ عمل کا عملی تربیتی زندگی میں کیا فائدہ ہے۔ قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کو اسوہ حسنہ کا بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے اور اسی سے پتہ چلتا ہے کہ اسوہ عمل کی انسانی زندگی میں بہت اہمیت ہے: لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة [15] (تم لوگوں کے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔)

گھروں کا ماحول ایک ایسا ہونا چاہئے کہ جس میں بچے کو بات چیت کرنے، کھیلنے کودنے اور اپنے دل کی بات کہنے کی آزادی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ایک بچہ اپنے دل کی بات کرنے یا کہنے سے جھجکے یا ڈرے۔ اسلام کا اصول اعتدال ہر مقام پر لاگو ہوتا ہے اور اس کا اطلاق والدین پر بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچے کے ساتھ تعلق کو اعتدال کی راہ پر چلائیں۔ شفقت، محبت، آزادی اظہار اور مساویانہ اصول ہی وہ معیار دیتے ہیں کہ جن

پر آگے چل کر بچے کی عمدہ شخصیت پروان چڑھتی ہے۔ ایسے والدین کہ جو حد سے بڑھ کر بچوں کو پیار دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ ان کو محتاج بنا دیتے ہیں۔ سخت گیر والدین اپنے بچوں کو باغی اور جھگڑالو بنانے کی راہیں ہموار کر دیتے ہیں۔ اسی طرح عدم مساوات بچوں میں دوسرے بہن بھائیوں سے حسد اور بغض وعناد کے جذبوں کو جنم دیتا ہے۔

بچوں کے بگڑنے میں والدین کا کردار بھی اہم ہے مگر اس کا زیادہ اثر والدہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ ماں کی طرف یہ امانت بالخصوص ہوتی ہے کہ وہ بچے کی عمدہ واعلیٰ تربیت کرے اور اس میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ ویسے بھی ماں کا تعلق اپنے بچے کے ساتھ اس کے باپ کی نسبت زیادہ رہتا ہے۔ باپ نے تو اپنے گھرنے کے لئے معاشی ضروریات کو بھی پورا کرنا ہوتا ہے یوں ایک ماں ہی ہوتی ہے کہ جس کے ساتھ اس کے بچے کا زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ یوں ایک ماں ذمہ مسئولیت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: **والمرأة فی بیت زوجھا راعیة وھی مسئولة عن رعیتھا**[16] (ایک عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں بازپرس ہوگی۔)

ایسا ماحول کہ جس میں والدین یا ان کے قریبی اعزہ آپس میں دست و گریباں رہیں اور بعد میں عدالتوں میں ان مخاصمتوں کا الاؤ روشن کر کے اپنے منفی جذبوں کو تسکین پہنچانے کی کوشش میں لگے رہیں ان کے بچے بھی ان جیسے منفی جذبوں کی راہوں کے مسافر ہی رہتے ہیں۔ جس سے کہ وہ بعد میں نشہ بازی، بُری صحبتوں کا شکار ہوتے ہیں حتیٰ کہ جرائم پیشہ افر اور جرائم کے اڈے ان کی منزل ٹھہرتے ہیں۔ دراصل بات وہیں آجاتی ہے کہ اسلام وہ دین ہے کہ جو انسان کے مزاج کو حقیقی معنی میں سمجھتا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس دین کو انسان تک پہنچانے والا ہی انسان کا خالق ہے اور اس کے مزاج اور طبیعت کو خوب جانتا ہے۔ اسلام نے انسان کو نکاح کے وقت کے جو معیارات دیئے ہیں ان پر عمل سے خود اس کی زندگی راحت کے اجالوں سے منور ہو جاتی ہے۔ اور جب ان پر عمل نہ کیا جائے تو اس کا نتیجہ ایسا آتا ہے کہ جس کا انجام ہماری عدالتوں میں دیکھا جاتا ہے۔

بہت سے والدین ایسی روش رکھتے ہیں کہ جو تربیت اولاد کے لئے محض زبانی وعظ و نصیحت اور سادہ انداز میں امر و نہی پر ہی قناعت کرتے ہیں۔ ان کا گمان یہی ہوتا ہے کہ جب بچے کو امر و نہی کر دیا اور زبانی سمجھا بجھا دیا تو وہ تربیت کے اہم فریضہ کو مناسب انداز میں سرانجام دے رہے ہیں۔ چھوٹے سے بچوں کو سمجھانا ان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ابھی بچہ ہے آہستہ آہستہ خود ہی سمجھ جائے گا۔ جب بچہ رشد و ہدایت کی عمر کی طرف بڑھتا ہے تو وہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آگاہ اور سمجھ دار والدین کو لازم ہے کہ کہ ابتدا میں ہی بچے کی تربیت واصلاح کا کام شروع کر دیں اور کسی کوتاہی کا ارتکاب نہ کریں۔ بچے کو اچھی صفات اور نیک اخلاق سے آراستہ کریں۔ اس سے پہلے والدین کے لئے بھی اخلاقی آداب سے آراستگی لازم ہے۔ والدین کو اس بات کو سوچنا چاہئے کہ وہ کن صفات کی اولاد کو معاشرہ میں بھیجنا چاہتے ہیں۔ یقیناً وہ خوش اخلاق، مہربان، انسان دوست، خیر خواہ اور دین دار بچے کو ہی ایک معاشرہ کا حصہ بنانا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید ارشاد ربانی ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ[17] (اے ایمان والو! تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔)

اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ایک روایت ہے: من نصب نفسه للناس إماما فليبدأ بتعليم نفسه قبل تعليم غيره وليكن تأديبه بسيرته قبل تأديبه بلسانه ومعلم نفسه ومؤدبها أحق بالإجلال من معلم الناس ومؤدبهم۔[18] (جو شخص دوسروں کا پیشوا بنے۔ اسے چاہئے کہ وہ پہلی اپنی اصلاح کرے پھر دوسروں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھائے۔ دوسروں کو زبان سے سکھانے سے پہلے اپنے کردار سے ادب سکھائے۔ جو اپنے آپ کو تعلیم و ادب سکھاتا ہے وہ اس شخص کی نسبت زیادہ حق دار ہے جو دوسروں کو ادب سکھاتا ہے۔)

بچے کی بنیادی تربیتی ضروریات:

تعلیم: اسلام ہی ایک ایسا روشن خیال دین ہے کہ جو علم سے ہی اپنی ابتدا کرتا ہے۔ اس کی مثال پہلی وحی ہے کہ جس میں پڑھنے کا کہا گیا اور علم کی ہی بات کہی گئی۔ گویا ترغیب علم کا ایک ایسا باب کھولا گیا کہ جس کا روشن در روز قیامت تک اپنی آب و تاب سے چمکتا رہے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔[19] (پڑھوائے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔)

قرآن، حدیث اور سیرت طیبہ میں علم کی ترغیب پر بہت سے آثار ہیں۔ چنانچہ یہ کیسے ممکن تھا کہ اسلام کسی بھی نئے فرد کو دنیا میں آنے کے بعد اس عظیم الشان نعمت سے محروم رہنے دیتا۔ اسی لئے ایک بچے کا بنیادی حق ہے کہ اسے دین اسلام کی حقیقی تعلیم اور آداب زندگی سے آگاہی دلائی جائے۔ حدیث رسول اللہ ﷺ ہے: من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا إلى الجنة۔[20] (جو شخص کسی ایسے راستے میں چلے جس میں علم کو تلاش کرے تو اللہ عزوجل اس کے لئے علم کے توسل جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں۔)

اخلاق و آداب کا اصول: والدین اپنے بچوں کی تربیت اور ضروریات زندگی کے لئے وہ سب کرتے ہیں جو ان کی مالی استطاعت کے تحت ہوتا ہے۔ ایک انسان کی معنویت و اخلاق ایک زندہ حقیقت ہوتی ہے۔ اسلام ایک ایسی تعلیم کا قائل ہے کہ جو انسان کو زندگی بسر کرنے کا ہنر بتاتا ہے اور اس کو حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ کار علم اخلاق کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ خیر و شر کی تمیز پیدا ہوتی ہے۔ اخلاق دراصل ایک معیار ہے کہ جو انسان کو حقیقی انسان بناتا ہے۔ قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بڑی خوبی یہی اخلاق حسنہ ہی بیان کیا گیا ہے: وانك لعلى خلق عظيم[21] (اور بیشک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔)

اخلاق اور تربیت کی اہمیت اس حدیث سے واضح ہوتی ہے: إنما بعثت لأتمم صالح الأخلاق۔[22] (مجھے صالح اخلاق کو اپنے کمال تک پہنچانے کے لئے بعث کیا گیا ہے۔)

شریعت مطہرہ کے اس عظیم انتظام کو دیکھا جائے تو یہ امر سامنے آتا ہے کہ ہمیں بطور مکلف شریعت اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ جونہی ایک بچہ اس دنیا میں آتا ہے اس کے کان میں اذان اور اقامت کہی جائے۔ گویا تعلیم اور پھر تربیت معنوی کا آغاز اس کے دنیا میں آتے ہی شروع ہو گیا اور خالق حقیقی نے اس نومولود کو ہدایت معنوی کے بغیر نہیں چھوڑ دیا۔ یہ پہلی اذان و اقامت جو کہ نومولود کے کان میں سنائی

جاتی ہے تو تربیت معنوی کے سلسلہ میں حق گوئی اور سچ کے راہ کی پہلی منزل قرار پاتی ہے۔ اس میں ذمہ دار بالآخر وہ والدین ہیں جو خود بھی اسی راہ کے مسافر ہوں تا کہ اس راہ میں اپنے بچے کو بہتر انداز میں چلا سکیں۔

بچوں کی جنسی تعلیم اور تربیت کا خیال: ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: **وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ** [23] (اور جب تمہارے بچے عقل کی حد کو پہنچ جائیں تو چاہیے کہ اسی طرح اجازت لیکر آیا کریں جس طرح ان کے بڑے اجازت لیتے رہے ہیں۔ اس طرح اللہ اپنی آیات تمہارے سامنے کھولتا ہے، اور وہ علیم و حکیم ہے۔)

اس آیت مبارکہ میں بچوں کی بلوغت ہونے پر ایک خاص حکم دیا گیا ہے اور بچے کے بارے میں بنیادی اخلاقیات سے آگاہ کیا گیا ہے یعنی جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کے مخصوص احکام کا آغاز ہو جاتا ہے۔ گویا اسلام نے جنسی امور کا مکمل خیال رکھا ہے اور تحفظ پردہ و عفت کا مکمل التزام کیا ہے۔ دراصل ہماری سوسائٹی میں جنسی تعلیم پر یا تو ہنسا جاتا ہے یا اس کو فحاشی پر محمول کیا جاتا ہے۔ اسلام ایک خوبصورت دین ہے کہ جس میں صرف عبادات پر ہی زور نہیں دیا گیا بلکہ اس میں انسان کی جنسی تعلیم اور اس حوالے سے اس کی تربیت کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ اسلام بچے کو مکمل آگاہی کی خاطر مناسب انداز میں جنسی اخلاقی امور کی تعلیم سے بالکل منع نہیں کرتا۔ جب ایک بچہ اپنی بلوغت کی جانب بڑھتا ہے تو ایک شفیق اور ذمہ دار باپ کا یہ فرض ہے کہ اس کا اس موقع پر ہاتھ تھامے اور اس کی رہنمائی کرے تا کہ وہ غلط ہاتوں یا صحبت کا شکار نہ ہو جائے۔

اس بات کا خیال رکھنا بہر حال ضروری ہے کہ جنسی تعلیم اور اس سے متعلقہ امور کی آگاہی بھی اسلامی شائستگی کے تقاضوں کے تحت ہی ہو۔ ایک بچہ یا بچی جب اپنے سن بلوغت کے قریب پہنچتے ہیں تو ان میں خاص ہارمونی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں کہ جن کے متعلق ان کو آگاہی اور شعور دیا جانا نہایت اہم ہوتا ہے۔ مگر ہماری سوسائٹی میں عموماً اس پر غور نہیں کیا جاتا بلکہ کسی حد تک اسے اسلام کی تعلیمات کے برعکس شمار کر لیا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے: **وفی بضع احد کم صدقہ**۔ [24] (تم میں سے ہر ایک کی شرم گاہ میں بھی ایک صدقہ ہے)

اسلام نے انسان پر لطف کیا ہے اور ان امور پر بھی عمدہ گفتگو کی ہے۔ اس کی ایک مثال نکاح کے ادارے کا قیام ہے اور اسے قرآن مجید میں شوہر اور بیوی کے درمیان تسکین کا سامان قرار دیا ہے۔ اسلام نے ایسا نہیں کیا کہ جنسیات کو بالکل ہی ناجائز قرار دیا ہو۔ اس کے برعکس اسلام نے اس کو فطری جبلت کی طرح ہی دیکھا ہے تاہم اس پر اخلاقیات کا پہرہ بھی بٹھا دیا ہے۔ اسلام شتر بے مہار جنسی تسکین کو ناجائز قرار دیتا ہے۔

تربیتِ اولاد میں محبت و شفقت کا اسلوب: محبت ایک فطری جذبہ ہے۔ اور بچوں پر لطف کرنا اور محبت سے پیش آنا تو اور بھی قرین فطرت ہے۔ بچوں میں پوشیدہ قدرتی صلاحیتیں اور استعداد کی عمدہ آبیاری کے لئے محبت و پیار بہترین ذرائع ہیں۔ چنانچہ وہ بچے جو والدین کی شفقت و پیار سے دور رہتے ہیں یا والدین کے جھگڑے ہر وقت ان کے سامنے رہیں ان بچوں کی نفسیات کمزور اور اپنی زندگی میں ادھوری شخصیت کے

مالک ہوتے ہیں۔ کمزور نفسیات، بچپن سے ہی ادھوری شخصیت اور اس کے بعد انہی مسائل کے ساتھ پھیکی جوانی گویا ایک بچہ اپنے بچپن سے جوانی تک الجھنوں اور تناو کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔

تربیت ماں باپ خصوصا باپ کی ذمہ داری ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک میکانیکی نظام ہے جو والدین کے سپرد کر دیا گیا ہے اور وہ اولاد کی تربیت کو ایک مشینی عمل سمجھتے ہوئے نبھاتے رہیں بلکہ اسے فطرت کی جانب سے ودیعت کردہ ایک مقدس لطف سمجھا جائے کہ جسے محض ایک عام سا تربیتی عمل ہی نہیں بلکہ فطرت کے اصولوں کے مطابق اپنایا جائے اور بچوں سے معاملہ کے وقت لطف وپیار کیا جائے۔ ایک اچھا باپ وہی ہے کہ جو مالی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنے بچے پر بھرپور توجہ، اس کی رہنمائی اور تربیت کرے۔ چنانچہ حدیث رسول اللہ ﷺ میں ہے: **احبوا الصبیان وارحموھم**۔[25] (اپنے بچوں سے محبت کرو اور ان سے مہربانی سے پیش آؤ۔)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: **من قبل ولدہ کتب اللہ عز و جل لہ حسنة و من فرحه فرحه اللہ یوم القیامة** -[26] (جو کوئی اپنے بیٹے کو پیار کرے گا اللہ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دے گا۔ اور جو اپنے بچے کو خوش رکھے گا اللہ اسے روز حساب خوش رکھے گا۔)

دین اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کو سرد مہری سے نہ پالیں بلکہ خوش دلی اور گرم جوشی سے ان کی تربیت کا اہتمام کریں۔ خلوص، محبت اور شفقت کے سائے میں پروان چڑھے بچے کا سوسائٹی میں کردار بھی دیگر بچوں کی نسبت مختلف ہوگا۔ بچوں پر حکمرانی نہیں کرنی چاہیے اور نہ تربیت کا مطلب ہر وقت ان کو انڈر پریشر رکھنا چاہیے۔ اگر ایک شخص نرم مزاج ہی نہ ہو تو وہ اپنے گھر والوں، اولاد اور دیگر اعزہ میں نفرت کا نشان بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کے قریبی بھی بعض اوقات اس کو چھوڑ جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے: **قبل رسول اللہ {صلی اللہ علیہ وسلم} الحسن بن علی وعندہ الأقرع بن حابس التمیمي جالسٌ فقال الأقرع بن حابس إن لی عشرة من الولد ما قبلت منھم أحداً فنظر إلیه رسول اللہ {صلی اللہ علیه وآله وسلم} ثم قال من لا یرحم لا یرحم**۔[27] (رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسے حضرت امام حسن کو بوسہ دیا آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے عرض کیا: میرے دس بیٹے ہیں اور میں نے ان کو کبھی بوسہ نہیں دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا)

بچے کی نفسیاتی اہم ضروریات میں سے اہم ضرورت محبت اور شفقت سے پیش آنا ہے۔ بچے کو دراصل محسوس ہونا چاہئے کہ اس کے والدین اس پر کوئی نگہبان یا جابر نہیں بلکہ اس کے بہترین دوست ہیں اور اس پر مہربان ہیں۔ اور اس کا نتیجہ واضح ہوتا ہے کہ بچہ جب عام جوانی میں قدم رکھتا ہے تو اپنی مسائل کو اپنے والدین کے سامنے رکھتا ہے۔ اور جن بچوں کے والدین ان کو ایسا محبت بھرا ماحول نہیں دے پاتے وہ بچے زندگی میں تحفظ، اعتماد اور اطمینان کی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔

تربیتِ اولاد میں اکرام و تحسین کا اصول: اپنی اولاد سے پیار اور اس کا اکرام کرنا ایک فعل ہے کہ بچے کی ظاہری تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اپنے گھر میں تکریم و لطف کا ایک ایسا ماحول بنانا کہ جس میں بچہ بلا جھجک پروان چڑھے، اس پر اپنے سے طاقتور کا خوف نہ ہو۔ اس کی صلاحیت کے پروان چڑھنے میں گھر کے سربراہ کی یہ ذمہ داری ایک ناگزیر حیثیت کی حامل ہے۔ ہماری سوسائٹی میں بچے سے تکریم کا تصور یا پھر فعلیت ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ممکن طور پر یہ امر ہی کئی والدین پر شاق وارد ہو جائے۔ نفسیاتی طور پر دیکھا جائے تو اس کی بہت اہمیت ہے کیونکہ لطف کے سائے میں بچے کی شخصیت کا پروان چڑھنا ہمارے معاشرے کے ارتقا و بقا کا ضامن ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہمارے لئے سر چشمہ ہدایت ثابت ہوتا ہے: اَکرِمُوا اَولَادَکُم و احسنوا آدابھم یغفر اللہ لکم۔[28] (اپنی اولاد کا احترام کرو۔ انہیں اچھے آداب سے سجاؤ۔ اللہ تمہاری مغفرت کرے گا۔)

اگر ہم کچھ دیر کے لئے یہ فرض کر بھی لیں یہ روایت یا اس کے مثل روایات نہ بھی ہوتیں تو بھی اسلام کی عمومی تعلیمات بھی ہمیں اس بات کی تعلیم دیتی ہیں کہ ایک عام انسان اور اس سے بڑھ کر ایک مسلم کا اکرام کیسے کرنا ہے۔ قرآن و سنت میں مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق عائد کئے گئے ہیں۔ تاہم یہ اسلام کا ہی خاصہ ہے کہ اسلام ہر شعبہ زندگی کے بارے میں واضح تعلیم دیتا ہے۔ بچوں کو تکریم دینے کے حوالے سے ایک اور حدیث بھی ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ جب ایک بچے کے اچھے کام کی تعریف کی جائے گی تو وہ مثبت امور کی ہی طرف مائل ہو گا۔ اور اگر اس کو نظر انداز کیا جائے گا تو عمدہ اور تعمیری کاموں میں بھی دلچسپی نہیں لے گا اور مایوسی کا شکار ہو گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ایک روایت ہے: لا یکونن المحسن و المسیء عندك بمنزلة سواء فإن في ذلك تزهيدا لأهل الإحسان في الإحسان و تدريبا لأهل الإساءة على الإساءة۔[29] (اچھے اور برے کاموں کے مرتکب تمہارے سامنے ایک جیسے نہیں ہونے چاہئیں۔ کیونکہ یہ بات اچھے آدمی کو اس کی نیکی سے دور کر دے گی اور برے آدمی کو برائی کی جانب لے جائے گی۔)

حوصلہ افزائی سب کے سامنے ہو، اچھے کام کی ہو، اس اچھے کام کو بچے کو باور بھی کروایا جائے۔ اس بات کو ایسانہ بنا کر بچے کو دکھایا جائے کہ بچے میں غرور کی بُری عادت پیدا ہو جائے۔ اسلام کی ایک خوبی اور کمال یہ ہے کہ کسی شخصیت کو اس کے ابتدائی دور سے عزت نفس دیتا ہے ۔ حتی یہ کہ اسلام ایک بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اس کا نام اور اچھا نام رکھنے کی تلقین کرتا ہے اور اس کا کوئی بھی ایسا نام رکھنے سے منع کرتا ہے کہ جو اسلام کی تعلیم کے خلاف ہو یا بے مقصد ہو یا اس کا اس بچے کی شخصیت پر منفی اثر ہو۔ کیونکہ سوسائٹی میں اس بچے کے نام کی وجہ سے اس بچے پر جب وہ سن بلوغت تک جائے گا، بہت سے اثرات ظاہر ہوں گے۔ ایک اور حدیث سے بھی وضاحت ہو جاتی ہے: حق الولد على والده إذا كان ذكرا أن يستفره أمه و يستحسن اسمه و يعلمه كتاب الله و يطهره و يعلمه السباحة و إذا كانت أنثى أن يستفره أمها۔[30] (ہر بیٹے کا اپنے باپ پر یہ حق ہے کہ وہ باپ اس کی ماں کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئے۔ اس کا عمدہ نام رکھے اور اسے اللہ کی کتاب کی تعلیم دے، اسے پاک کرے اور اگر بیٹی ہو تو بھی اس کی ماں کا احترام کرے۔)

انسان تمام موجودات و مخلوقات کی زینت اور حسن والی مخلوق ہے۔ اسلام ایسا دین ہے کہ جو انسان کی بنیادی ضروریات کو سمجھتا ہے، نے اس بات کا لحاظ کیا ہے کہ انسان کی حرمت کا پاس رکھے۔ اسلام نے کسی خاص نوع یا گروہ کے افراد کو ہی احترام نہیں دیا بلکہ اس لطف کا تعلق ہر سوسائٹی اور افراد کے گروہ سے ہے۔ تاہم بچوں کی تربیت اور ان کو اہمیت دینے کا ایک طریقہ کار ان کو سلام کرنا بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: **خمس لست بتارکھن حتی الممات لباس الصوف و رکوبی الحمار مؤکفا و أکلی مع العبید و خصفی النعل بیدی و تسلیمی علی الصبیان لتکون سنۃ من بعدی.** [31] (پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جنہیں میں مرتے دم تک انجام دوں گا ان میں سے ایک بچوں کو سلام کرنا ہے۔ ان کاموں کو ہمیشہ انجام دوں گا تاکہ میرے بعد مسلمانوں میں رائج ہو جائیں۔)

لہذا جس بچے کو سلام کیا جاتا ہے وہ اپنی اہمیت کا یقین حاصل کر لیتا ہے اور اپنے وجود کے لئے اہمیت کا قائل ہو جاتا ہے۔

تربیتِ اولاد میں حوصلہ افزائی، جرات مندی اور حلم و بردباری کی ترغیب: بچوں کی تربیت میں اس بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ بچوں کی اچھے کاموں میں ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اگر بچوں کی مناسب حوصلہ افزائی اور دل جوئی ہی نہ کی جائے تو ان کی شخصیت پر اس کا منفی اثر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ ایک دن ایک شخص نے اپنے بیٹے کی شکایت اور عیب جوئی کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **إنما ابنك سهم من كنانتك.** [32] (تیرا بیٹا تیرے ترکش کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔)

والدین پر یہ بات لازم ہے کہ بچے کو خوف خدا یقینی طور پر سکھائیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے مختلف مراحل کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کروانے کا جذبہ بھی پیدا کریں، ان کو احساس ذمہ داری دلائیں۔ یوں بچے کو حریت کا درس دیں اور اسے آزاد فکر کی تربیت دیں۔ ایک ایسی تربیت اور تعلیم جو قرآن و سنت کے دائرے میں ہو اور اس کو زمانے کے مصائب و آزمائشوں کا دلیرانہ مقابلہ کرنے کی جرات دے سکیں۔ حدیث میں وارد ہے: **مثل المؤمن القوی کالنخلۃ و مثل المؤمن الضعیف کخامۃ الزرع**۔ [33] (ضعیف مومن کی نسبت قوی مومن اللہ عزوجل کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔)

بچوں کی تربیت کے لئے نہایت نرمی، محبت اور احساس کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ چشم پوشی اور لطف کا رویہ اختیار کیا جائے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچے شرارتیں کریں تو ان سے دقت محسوس ہوتی ہے مگر ان کی شرارتوں کو برداشت کیا جانا چاہئے اور ہمت و صبر سے کام لینا چاہئے۔ حدیث خاتم الانبیا ﷺ ہے: **عرامۃ الغلام فی صغرہ لیکون حلیما فی کبرہ ثم قال ما ینبغی إلا أن یکون ھکذا**۔ [34] (کتنا عمدہ ہے کہ بچہ کمسنی میں چست ہو تاکہ بڑا ہو کر پر سکون اور باوقار شخصیت حاصل کر پائے بچے کو یقینا چست اور تیز ہی ہونا چاہئے)

تربیتِ اولاد میں کھیلوں کا کردار: ایک بچے کا کھیلنا طبعی اور فطری ضرورت ہے اور اس کے بغیر بچے کی صحیح اور درست نشو و نما ہی نہیں ہو گی۔ گر ایک بچہ کھیل میں دل ہی نہیں رکھتا تو وہ بیمار ہی شمار ہو گا۔ ایک روایت کے مطابق بچے کے لئے کھیل کو د بالخصوص پہلے سات سال میں حیات بخش اثرات کا حامل ہوتا ہے: **دع ابنك یلعب سبع سنین**۔ [35] (اپنے بچے کو سات سال تک کھیلنے دو۔)

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بچوں کو نہ صرف کھیلنے سے منع نہیں کرتے تھے یا رکاوٹ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انہیں کھیلنے کے لئے بلاتے تھے۔ کھیل کود ایک بچے کی زندگی میں بنیادی اور فرحت بخش احساس رکھتا ہے۔ وہ اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور نشو ونما پاتے ہیں۔ والدین اگر غور کریں تو یہ ایک بہترین موقع ہوتا ہے کہ جس کے ذریعے بچے کے احساسات اور اس کی ذہنیت سے آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ یوں بھی غور کرنے پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ کھیل کود کے دوران جو مشکلات آتی ہیں ان پر بچہ قابو پانا سیکھتا ہے۔ جو مستقبل کی زندگی میں اس کے لئے عمدہ تجربہ ثابت ہوتا ہے۔

حُسن نظام و انتظام تربیتِ اولاد کا لازمی حصہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی آپ کی وصیت میں نظم وضبط کی اہمیت یوں بیان ہے: **أوصيكما و جميع ولدي و أهلي و من بلغه كتابي بتقوى الله و نظم أمركم و صلاح ذات بينكم۔**[36] (میں تم دونوں حسنین، اپنی تمام اولاد و اہل و عیال اور جس تک یہ بات پہنچے اس بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل کا تقوی اختیار کریں اور نظم وضبط کی پابندی کریں۔)

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ایک روایت ہے: **إياك و الضجر و الكسل إنهما مفتاح كل سوء إنه من كسل لم يؤد حقا و من ضجر لم يصبر على حق.**[37] (اتنی زیادہ بھاگ دوڑ مت کرو کہ سانس لینے کا وقت میسر ہی نہ آئے اور نہ ہی اس حد تک سست بن کر رہ جاو کہ ہلنے کا نام نہ لو۔ کیونکہ یہ دونوں تمام برائیوں کی جڑ ہیں۔ بلاشبہ جو بھی کاہلی برتے گا وہ اپنا فرض ادا نہیں کر پائے گا۔ اور جو زیادہ تیزی دکھائے گا وہ حق سے بڑھ جائے گا۔)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ والدین پر لازم ہے کہ بچہ بولنے، کام کرنے، سونے، کھانا کھانے، کپڑا پہننے، سکول جانے اور اپنی چیزوں کو سنبھالنے تک میں نظم وضبط کا پابند بن جائے۔ والدین اور بچے کے اساتذہ دونوں کے لئے ضروری ہے کہ بچے کو نظم وضبط سے آگاہی دیں تاکہ بچہ تدریجاً ایک منظم بننے کی طرف ارتقا کر سکے اور یوں زندگی کے ہر شعبہ میں اس بات کا خیال رکھے۔ یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ بچہ کسی بھی خوف، دباؤ یا فقط اپنے بڑوں کی تابع فرمانی میں نظم وضبط کی عادت ڈالنے کی کوشش نہ کرے بلکہ بچے کی مخصوص طریقے سے عقلی امور کے تابع تربیت کرنی چاہئے تاکہ وہ اس بات کو درک کر کے نظم وضبط کا پابند بن جائے۔

خلاصہ بحث: اسلام نے تربیتی ذمہ داری کو بطریق احسن سرانجام دینے کا سبق دیا ہے۔ تربیت کو ایک عبادی پہلو کی نظر سے سوسائٹی کے سامنے رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بچوں کی نفسیات کے مطابق ان کی تربیت کرنے کی تعلیم بذریعہ احادیث معاشرے کو دی ہے۔ تربیت کے ان اخلاقی اصولوں میں بچے کے ماحول کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ بچے کو منفی ماحول سے بچانے کا اہتمام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اسلام نے بچے کی جنسی تربیت تک کو انتہائی شائستہ انداز میں بیان کیا ہے۔

بچے کی اچھے کاموں میں حوصلہ افزائی، اکرام و تحسین، اسے جرات و بہادری کی تعلیم، حسن انتظام کی طرف مائل کرنا اور ساتھ ساتھ کھیل کو اس کی زندگی میں رکھنا اسلام کی ہی خصوصیات میں سے ہے۔ عمدہ تربیت اور پاکیزہ ماحول کا بہترین ثمرہ توحید کی تعلیم ہے اور بچے کو مؤحد کی صورت دے کر معاشرے میں بھیجنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

حوالہ جات:

1۔ ال اصفہانی، الراغب، مفردات الفاظ القرآن، کراچی: مکتبۃ البشری 2013ء، کتاب الراء، ص:201

2۔ ابن منظور، لسان العرب، بیروت: دار احیاالترث العربی الطبعۃ الثالثہ، باب الرا، ج:5، ص:128

3۔ التحریم 6:66

4۔ مریم 5,6:19

5۔ الأصبحی، مالک بن أنس، أبو عبداللہ، موطأ الإمام مالک (تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقي)، مصر: دار إحیاء التراث العربي، کتاب الجنائز، باب. جامع. الجنائز، ج:1، ص:241، رقم الحدیث:571

الشیخ المفید، محمد بن محمد بن نعمان، تصحیح اعتقادات الإمامیۃ، قم: کنگرہ 1414ھ، باب معنی فطرۃ اللہ، ص:61

6۔ کلینی، محمد بن یعقوب (329)، الکافي، کتاب الروضۃ، باب من ولد في الإسلام، ج:8، ص:150، رقم الحدیث:132

7۔ السجستانی أبو داود سلیمان بن الأشعث، سنن أبي داود، کتاب الصلاۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ، ج:1، ص:185، رقم الحدیث:495

8۔ النسا 97:04

9۔ الاعراف 138:07

10۔ مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الأنوار الجامعۃ لدرر الاخبار الآئمۃ الاطہار، تتمۃ کتاب العقل والعلم والجھل، ثواب الھدایۃ والتعلیم و فضلھما و فضل العلماوذم اضلال الناس، ج:2، ص:17، رقم الحدیث:41

11۔ نوح 26:71

12۔ الفرقان 28:25

13۔ شریف الرضي، محمد بن حسین، نھج البلاغۃ (محقق: للصبحي صالح)، قم: ھجرت 1414ھ، ومن کتاب لہ ع إلی الحارث الھمذاني، ص:460

14 ۔ السجستانی۔ابو داود ، سلیمان بن اشعث بن اسحاق ،سنن ابی داود،کتاب الادب ، باب فی بر الوالدین،ج:4،ص:500،رقم الحدیث:5143

15 ۔الاحزاب21:33

16۔ البخاری ، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ، صحیح البخاری ، کتاب الجمعۃ، باب من انتظر حتی تدفن، ج:3، ص:120 ، رقم الحدیث:2409

أبي جمهور، محمد بن زين الدين، عوالي اللئالي العزيزية في الأحاديث الدينية، الفصل الثامن في ذكر أحاديث تشتمل على كثير من الآداب و معالم الدين روايتها تنتهي إلى النبي ص بطريق واحد من طرق المذكورة آنفا، ج:1، ص:129، رقم الحديث:3

17 ۔الصف2:61

18 ۔شریف الرضي، محمد بن حسين، نهج البلاغة، ص:480

19 ۔العلق1:96

20۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید أبو عبد اللہ القزويني، سنن ابن ماجہ، افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ج:1، ص:81، رقم الحدیث:223

فیض کاشانی، محمد محسن بن شاہ مرتضی، الوافي، اصفہان: کتابخانہ امام أمیر المؤمنین علی علیہ السلام 1406ھ، کتاب العقل والعلم والتوحید، باب ثواب العالم والمتعلم، ج:1، ص:155، رقم الحدیث:73

21 ۔القلم 4:68

22 ۔ البیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی ،شعب الإیمان، باب فی تعظیم القرآن، ج:6، ص:230، رقم الحدیث:7609

مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار الجامعۃ لدرر الاخبار الآئمۃ الاطہار، تتمۃ کتاب تاریخ نبیناص، مکارم أخلاقہ وسیرہ وسننہ صلی اللہ علیہ وآلہ وما أدبہ اللہ تعالی بہ، ج:16، ص:210، رقم الحدیث:1

23 ۔النور59:24

24 ۔ محمد بن حبان بن أحمد أبو حاتم التميمي البستي، صحیح ابن حبان، بیروت: مؤسسة الرسالة1993ء، کتاب النکاح ، باب معاشر الزوجین، ج:9، ص:475، رقم الحدیث:4167

نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، کتاب الزکوۃ، باب نوادر ما یتعلق بأبواب الصدقۃ، ج:7، ص:264، رقم الحدیث:8200

25۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافي، کتاب العقیقۃ، باب بر الاولاد، ج:6، ص:49، رقم الحدیث:3

26 ۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافي، کتاب العقیقۃ، باب بر الاولاد، ج:6، ص:49، رقم الحدیث:1

27۔ محمد بن فتوح الحمیدی، الجمع بین الصحیحین البخاري ومسلم، لبنان / بیروت: دار النشر / دار ابن حزم 2002ء، المتفق علیہ من مسند أبي ھریرۃ الدوسي رضي اللہ عنہ، ج:3، ص:52، رقم الحدیث:2249

28 ۔ نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، کتاب احکام الاولاد، باب جملۃ من حقوق الأولاد، ج:15، ص:168، رقم الحدیث:3

29 ۔ شریف الرضی، محمد بن حسین، نھج البلاغۃ (محققہ للصبحي صالح)، من کتاب لہ ع کتبہ للأشتر النخعي [رحمہ اللہ] لماولاہ علی مصر وأعمالھا حین اضطرب أمر أمیرھا محمد بن أبي بکر، وھو أطول عھد کتبہ وأجمعہ للمحاسن، ص:431

30 ۔ کلینی، محمد بن یعقوب، کافي، کتاب العقیقۃ، باب حق الاولاد، ج:6، ص:49، رقم الحدیث:6

31 ۔ ابن بابویہ، محمد بن علی الخصال (محقق: غفاری، علی اکبر)، قم: جامعہ مدرسین 1362ھ، باب الخمسۃ، قول النبي ص خمس لا أدعھن حتی الممات، رقم الحدیث:12

32۔ الصنعانی أبو بکر عبد الرزاق بن ھمام، مصنف عبد الرزاق، بیروت: المکتب الإسلامي الطبعۃ الثانیۃ 1403، کتاب الصدقۃ، باب ماینال الرجل من مال ابنہ ومایجبر علیہ من النفقۃ، ج:9، ص:130، رقم الحدیث:16627

33 ۔ شعیری، محمد بن محمد (م: قرن سادس)، جامع الأخبار، نجف: مطبعہ حیدریہ، الفصل الحادي والأربعون والمائۃ في النوادر وھو آخر الکتاب، ص:183

34 ۔ کلینی، محمد بن یعقوب، کافي، کتاب العقیقۃ، باب التفرس في الغلام ومایستدل بہ علی نجابتہ، ج:11، ص:453، رقم الحدیث:2

35 ۔ ابن بابویہ، محمد بن علی (381ھ)، من لایحضرہ الفقیہ، کتاب النکاح، باب تأدیب الولد وامتحانہ، ج:3، ص:492، رقم الحدیث:4743

36 ۔ نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، کتاب الصلح، باب استحبابہ ولو ببذل المال، ج:13، ص:441، رقم الحدیث:1

37۔ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ، کتاب التجارۃ، باب کراھۃ الضجر والمنی، ج:17، ص:61، رقم الحدیث:3

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.